٢٦ ربیع الاوّل،١٤٤٥ھ/13اکتوبر،2023ء

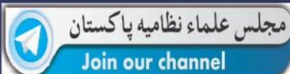
مسجدِ اقصٰی

اور

طوفانِ اقصٰی

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان
مرکزی دفتر
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

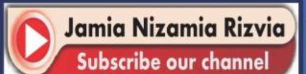
042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com











بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَمَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا‌ ۚ وَاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا ؕ [النساء4:75]

ربّ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو جہاں پوری کائنات سے زیادہ حُسن وجمال عطا فرمایا، وہاں تمام عمدہ اوصاف اور اچھی عادات کو بھی آپ کی ذاتِ اقدس میں جمع فرمادیا۔ آپ سب سے بڑے حسین بھی ہیں اور سب سے زیادہ اچھے بھی ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ.» ”رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ حسین وجمیل بھی تھے، سب سے بڑھ کر سخی بھی تھے اور سب سے بڑے بہادر بھی تھے۔“ (صحیح بخاری:3040)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف مواقع پر سیدِ عالم ﷺ کی بہادری کے ایسے حسین واقعات روایت کیے جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی نگاہِ عنایت اور تربیت کی برکت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے بھی ہر دَور میں بہادری کی ایسی داستانیں رقم کی ہیں جو تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

گزشتہ خطبات میں جانِ عالم ﷺ کے حُسن وجمال سے متعلق گفتگو ہوئی،[1] باری تعالیٰ نے چاہا تو اِس سلسلہ کو جاری رکھا جائے گا، مگر آج کے خطبہ میں شجاعتِ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی ایک تازہ مثال سے متعلق کچھ اُمور پر کلام مقصود ہے۔

07 اکتوبر، 2023ء کو فلسطینی مجاہدین نے طوفان الاقصیٰ آپریشن کے نام سے جہاد کا ایک نیا مرحلہ شروع کیا اور بیت المقدس[2] پر قابض اسرائیلی درندوں کے سینوں پر مُونگ دَلتے ہوئے نہ صرف اُنھیں پوری دُنیا کے سامنے ذلیل کیا، بلکہ بھاری جانی ومالی نقصان بھی پہنچایا۔ اِس کے ردِّ عمل میں اسرائیل نے فلسطین کے شہر غزہ کی ناکا بندی کرتے ہوئے بجلی، ایندھن، سامان اور پانی وخوراک کی سپلائی منقطع کردی، بمباری سے سینکڑوں عمارتیں تباہ اور 1200 کے قریب شہری شہید کردیے، اسرائیلی درندے ممنوعہ کیمیائی ہتھیار استعمال کررہے ہیں اور زمینی آپریشن کے لیے تین لاکھ فوجی بھی غزہ کی سرحد پر پہنچ چکے ہیں۔

اِس وقت دُنیا بھر کے مسلمانوں کا امتحان ہے کہ وہ بیت المقدس کی آزادی اور فلسطینی بھائیوں کی مدد کے لیے میدان میں آتے ہیں یا حسبِ روایت صرف مذمتی بیانات داغنے تک ہی بات رہتی ہے۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں اِسی حوالے سے کچھ باتوں کا تذکرہ ہوگا۔

---

[1] خطبہ بعنوان ”اِک ترے رُخ کی روشنی چین ہے دوجہان کی“ دیکھنے کے لیے کلک کریں: https://drive.google.com/file/d/1IzDBT1l3syN2TUYhXSjUqYR6lgQ8VKd8/view?usp=sharing

خطبہ بعنوان ”وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں“ دیکھنے کے لیے کلک کریں: https://drive.google.com/file/d/1ptdMZV2xPRKX67f0Gowv5yGRYzMPxGXr/view?usp=sharing

خطبہ بعنوان ”مہ وخورشید کو چمکاتی ہے طلعت تیری“ دیکھنے کے لیے کلک کریں: https://drive.google.com/file/d/1X17Z3C8qOk4WZ-OlEYPHriivzfXuOOXE/view?usp=sharing

[2] بَيْتُ الْمَقْدِس اور بَيْتُ الْمُقَدَّس (پاک گھر/بابرکت جگہ) کا لفظ فلسطین کے دار الحکومت پر بھی بولا جاتا ہے اور اُس میں واقع قبلۂ اول ”مسجدِ اقصیٰ“ پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ اِسے ”القُدس“ اور ”یروشلم (Jerusalem)“ بھی کہا جاتا ہے۔

بیت المقدس کی قدیم تاریخ

فلسطین، بالخصوص بیت المقدس کو کئی انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔[1]

سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے اور اِسے مسکن بنایا۔[2]

فرعون کی ہلاکت کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو جہاد کرتے ہوئے بیت المقدس اور اِرد گرد کے علاقوں میں داخل ہونے کا حکم دیا، لیکن اُنھوں نے بزدلی اور نافرمانی کی، جس پر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں ذلّت ورسوائی کی سزا میں مبتلا فرمایا۔[3]

سیدنا داوٗد اور آپ کے شہزادے سیدنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی بادشاہی میں بیت المقدس کو دارالحکومت بنایا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہی مسجدِ اقصیٰ کی نئی تعمیر کو مکمل کروایا اور آپ کا مزارِ پُرانوار بھی یہیں ہے۔

سیدنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وصال کے بعد بنو اسرائیل بد اعمالی میں مبتلا ہو گئے۔ شاہِ بابل "بخت نصر" نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے یہاں تباہی مچادی، اِسی دوران انبیائے کرام علیہم السلام کے تبرکات والا صندوق "تابوتِ سکینہ"[4] غائب ہو گیا، شاہِ بابل نے یہودیوں کو دریائے فرات کے کنارے آباد کیا اور اس بستی کا نام تَل ابیب رکھا، یہی شہر اسرائیل کا دارالحکومت ہے۔[5]

بیت المقدس سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع "بَیۡتُ اللَّحۡم" میں سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بغیر باپ کے ولادتِ باسعادت ہوئی۔

ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں شاہِ روم ہِرَقْل نے بنو اسرائیل کو بیت المقدس سے نکال دیا۔ ایک عرصہ تک بیت المقدس پر حکومت کے لیے ایران اور روم کی جنگ جاری رہی، اِسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا اور قرآنِ مجید میں یہ غیبی خبر دی گئی کہ رومی غالب آئیں گے اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔[6] شبِ معراج بیت المقدس کو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چومنے کا شرف بھی ملا۔

---

[1] مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور عیسائی بھی اِس شہر مبارک کی تعظیم کرتے ہیں۔

[2] قال تعالیٰ: وَنَجَّیۡنٰہُ وَلُوۡطًا اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡہَا لِلۡعٰلَمِیۡنَ. [الانبیاء71:21]

[3] المائدۃ20:5تا26

[4] البقرۃ248:2

[5] اسرائیل بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت قرار دیتا ہے، مگر پوری دنیا بیت المقدس کو فلسطین کا دارالحکومت مانتی ہے، تاہم 7 دسمبر، 2017ء کو مسلمانوں کے خون کے پیاسے، سابق امریکی صدر ٹرمپ نے بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کر لیا۔

[6] سورۃ الروم1:30تا6

مسجدِ اقصیٰ... روئے زمین پر دوسری مسجد

سیدنا ابوذر جُندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: زمین پر پہلی مسجد کون سی بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔» ”روئے زمین پر پہلی مسجد مسجدِ حرام ہے۔“ اُنھوں نے عرض کی: مسجدِ حرام کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلْمَسْجِدُ الْأَقْصٰی۔» ”روئے زمین پر دوسری مسجد مسجدِ اقصیٰ ہے۔“ اُنھوں نے پوچھا: اِن دونوں کا درمیانی عرصہ کتنا ہے؟ فرمایا: «أَرْبَعُوْنَ عَامًا۔» یعنی ”مسجدِ اقصیٰ مسجدِ حرام سے چالیس سال بعد بنائی گئی۔“[1] نیز فرمایا: «ثُمَّ الْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ فَحَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ۔» مفہوم یہ کہ ”(اب میرے دنیا میں آنے کے بعد) پوری روئے زمین سجدہ اور نماز کے لائق ہے، جس (پاک) جگہ بھی چاہو نماز پڑھ سکتے ہو۔“ (صحیح مسلم، حدیث:520)

مسجدِ اقصیٰ میں نماز کی فضیلت

سیدنا رافع بن عُمیر رضی اللہ عنہ نے آقا کریم ﷺ سے روایت کیا: جب سیدنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ أَرٰی سُرُوْرًا بِبُنْيَانِ بَيْتِيْ فَسَلْنِيْ أُعْطِكَ۔ ”مَیں اپنے گھر کی تعمیر پر خوش ہوں، آپ جو چاہیں مانگیں مَیں عطا کروں گا۔“ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں: حُكْمًا يُّصَادِفُ حُكْمَكَ، وَمُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ، وَمَنْ أَتٰى هٰذَا الْبَيْتَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلٰوةَ فِيْهِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ۔ یعنی ”اے اللہ! میری پہلی دعا یہ ہے کہ میرا فیصلہ ہمیشہ تیرے فیصلے کے مطابق ہو (میرا فیصلہ تیری مرضی کے خلاف نہ ہو)! دوسری درخواست یہ ہے کہ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو![2] تیسری التجا یہ ہے کہ جو شخص بھی اِس مسجد (اقصیٰ) میں حاضر ہو اور صرف یہاں نماز پڑھنے کے لیے ہی آئے (اُس کا کوئی دنیاوی مقصد نہ ہو) تو تُو اُس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دینا!“ آپ ﷺ نے فرمایا: أَمَّا اثْنَتَيْنِ فَقَدْ أُعْطِيَهُمَا وَأَنَا أَرْجُوْ أَنْ يَّكُوْنَ قَدْ أُعْطِيَ الثَّالِثَةَ۔[3] ”اُن کی پہلی دونوں دعائیں تو قبول ہو چکیں، تیسری کے بارے میں میری اُمید اور دُعا[4] ہے کہ وہ بھی قبول ہو۔“ (المعجم الکبیر، ج:5، ص:24، حدیث:4477)

---

[1] اِس حدیث پاک میں دونوں مساجد کی پہلی تعمیر مراد ہے، پھر ویرانی کے بعد مسجدِ اقصیٰ کو سیدنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تعمیر فرمایا۔

[2] ایک مفہوم یہ ہے کہ مجھے بطورِ معجزہ ایسی بادشاہی عطا فرما جو میری نبوّت کی دلیل ہو اور کوئی بھی اُس کا مقابلہ نہ کر سکے۔

[3] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَمَّا فَرَغَ سُلَيْمَانُ ابْنُ دَاوٗدَ علیہما السلام مِنْ بِنَاءِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سَأَلَ اللّٰهَ ثَلَاثًا: حُكْمًا يُّصَادِفُ حُكْمَهٗ، وَمُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ، وَأَلَّا يَأْتِيَ هٰذَا الْمَسْجِدَ أَحَدٌ لَّا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلٰوةَ فِيْهِ إِلَّا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَمَّا اثْنَتَانِ فَقَدْ أُعْطِيَهُمَا، وَأَرْجُوْ أَنْ يَّكُوْنَ قَدْ أُعْطِيَ الثَّالِثَةَ۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:1408)

[4] ومعنى الرَّجَاءِ لَهٗ: أَنْ يَّدْعُوَ لَهٗ قَبُوْلَهَا۔ (شرح سنن ابن ماجہ للهرری، تحت الحدیث)

بیت المقدس پر اسلامی حکومت

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں 17ھ (تقریباً638ء) کو مسلم افواج نے فلسطین کو فتح کیا تو بیت المقدس بھی مسلمانوں کے زیرِ انتظام آگیا۔ یہ داستان بہت ایمان افروز ہے۔ جب مسلم افواج نے "اجنادِین" کو فتح کر لیا تو رومی سربراہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا: وَاللهِ لَا تَفْتَحُ مِنْ فِلَسْطِيْنَ شَيْئًا بَعْدَ أَجْنَادِيْنَ، فَارْجِعْ وَلَا تُغَرَّ فَتَلْقٰى مِثْلَ مَا لَقِيَ الَّذِيْنَ قَبْلَكَ مِنَ الْهَزِيْمَةِ۔ اللہ کی قسم! تم اجنادین کے بعد فلسطین کا کوئی علاقہ فتح نہیں کر سکتے، واپس چلے جاؤ اور (اِس سے پہلے جو فتوحات حاصل کر چکے ہو اُن پر) مغرور نہ ہو ورنہ پہلے والوں کی طرح تم بھی شکست اُٹھاؤ گے۔ آپ نے اُسے دھمکی آمیز جوابی خط لکھا۔

رومی سربراہ کے ساتھیوں نے اُس سے پوچھا: تمھیں کیسے معلوم ہے کہ عمرو بن عاص اِس علاقے کو فتح نہیں کر سکتے؟ اُس نے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا اور آپ کے اوصاف بیان کر کے کہا: بیت المقدس فلاں شخص کے ہاتھوں فتح ہو گا۔[1]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے کہ اِس علاقے کی فتح فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری سے ہو گی۔ چنانچہ اُنھوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط کے ذریعے تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

ایک روایت کے مطابق اسلامی افواج امینِ اُمت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں جب اِس شہر مبارک میں پہنچیں تو اِس کے قلعہ کو فتح کرنے کے لیے چار ماہ تک لڑائی ہوتی رہی، مگر کامیابی نہ ملی۔ بالآخر اُن کے بڑے راہب نے قلعے کی دیوار پر چڑھ کر سیدنا ابو عُبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ہمارے شہر کو صرف ایک ہی شخص فتح کر سکتا ہے، اُس کے اوصاف ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور وہ تم نہیں ہو۔ آپ نے پوچھا: تمھاری کتابوں میں اُس کے کیا اوصاف لکھے ہوئے ہیں؟ اس نے کہا: بیت المقدس کو فتح کرنے والا محمد (ﷺ) کا صحابی ہو گا، اُس کا نام "عمر" ہو گا اور "فاروق" کے لقب سے مشہور ہو گا اور وہ دین کے معاملے میں نہایت سخت گیر ہو گا، اللہ کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرے گا۔[2]

سیدنا ابو عُبَیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی یہ بات سنی تو مُسکرا کر فرمایا: فَتَحْنَا الْبَلَدَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ ربِّ کعبہ کی قسم!

---

[1] اُس کے الفاظ تھے: صَاحِبُهَا رَجُلٌ اِسْمُهٗ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ۔ (البدایہ والنہایہ: ج:7، ص:64، دار إحیاء التراث العربی) وفی روایةٍ: صَاحِبُهَا رَجُلٌ اِسْمُهٗ "عُمَرُ" ثَلَاثَةُ أَحْرُفٍ۔ (تاریخ الرسل والملوک [تاریخِ طبری]، ج:3، ص:606، دار المعارف) وفی روایة آخر: صَاحِبُهَا رَجُلٌ صِفَتُهٗ كَذَا وَكَذَا وَذَكَرَ صِفَةَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ۔ (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر جزری، ج:2، 329، دار الکتاب العربی)

[2] إِنَّهٗ يَفْتَحُ هٰذِهِ الْبَلَدَةَ صَاحِبُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) اِسْمُهٗ عُمَرُ يُعْرَفُ بِـ"الْفَارُوْقِ"، وَهُوَ رَجُلٌ شَدِيْدٌ لَا تَأْخُذُهٗ فِي اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ، وَلَسْنَا نَرٰى صِفَتَهٗ فِيْكُمْ۔ (فتوح الشام للواقدی، ج:1، ص:225، دار الکتب العلمیة)

ہم نے اس شہر کو فتح کر لیا۔ پھر آپ نے راہب سے فرمایا: تم جن کا ذکرِ خیر کر رہے ہو وہ ہمارے خلیفہ ہیں، نبیِ کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ راہب نے کہا: اگر واقعی ایسی بات ہے تو تم جنگ روک دو اور اُنھیں یہاں بلاؤ، ہم اُن کو دیکھیں گے، اگر ان میں تمام صفات وہی ہوئیں جو ہمارے علم میں ہیں تو ہم ان کے لیے شہر کے دروازے بغیر جنگ کے ہی کھول دیں گے اور اُن کو جزیہ بھی ادا کریں گے۔ آپ نے یہ بات منظور فرمالی اور امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف آوری کے لیے خط لکھا۔

خط پہنچنے پر مشورہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے، جب بیت المقدس کے قلعے کے قریب پہنچے تو عیسائی راہب نے آپ کو غور سے دیکھنا شروع کیا اور تھوڑی دیر بعد بلند آواز سے کہا: خدا کی قسم! یہ وہی شخص ہیں جن کی صفات ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھی ہیں اور اِنھیں کے ہاتھوں پر بیت المقدس اور دیگر شہر فتح ہوں گے۔

پھر اُس نے اپنی قوم کو کہا: یہ کیا تاخیر ہے! قلعے سے جلدی اُترو اور اِن کے پاس جا کر امان اور ذمہ داری حاصل کرو، خدا کی قسم! یہ محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کے صحابی ہیں۔ چنانچہ وہ جلدی جلدی قلعے کی دیوار سے اُترے اور شہر کا دروازہ کھول دیا اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر صلح وامان کی درخواست کی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، امن وامان اور عہد وپیمان کا اعلان فرمایا۔ رات اسلامی لشکر کے ساتھ گزار کر اگلے دن بروز پیر نمازِ فجر کے بعد عظیم الشان فتح ونصرت کے ساتھ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔[1]

بیت المقدس... فتحِ فاروقی کے بعد

دورِ فاروقی میں بیت المقدس کی فتح کے بعد تقریباً پانچ سو سال تک یہاں مسلمانوں کی حکومت رہی، پھر پادریوں کے ورغلانے پر عیسائیوں نے مذہبی جنگوں کا آغاز کیا، جنھیں صلیبی جنگیں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ پہلی صلیبی جنگ کے نتیجے میں 1099ء کو عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا، جس کے بعد فلسطینی مسلمانوں کا قتلِ عام کیا گیا اور عیسائیوں نے خوب لوٹ مار کی۔

تقریباً 88 سال کے بعد ۵۸۳ھ / 1187ء میں عظیم الشان اسلامی سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ (م:1193) نے بیت المقدس کو فتح کر کے دوبارہ اسلامی حکومت قائم کی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سلطان نے فتح کے بعد صلیبیوں والا انداز اختیار نہیں کیا، اُنھوں نے قتلِ عام اور لُوٹ مار کے بجائے عیسائیوں کو چالیس دن کے اندر شہر سے نکل جانے کی اجازت دی۔

پھر 761 سال تک بیت المقدس پر اسلامی حکومت قائم رہی۔ 1948ء میں امریکا، برطانیہ، فرانس اور اتحادیوں کی سازش سے فلسطین کے علاقہ میں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی سلطنت قائم کی گئی۔

---

[1] فَمَسَحَ الْبُتْرُكُ عَيْنَهُ وَنَظَرَ إِلَيْهِ، وَزَعَقَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ: هٰذَا وَاللهِ الَّذِي نَجِدُ صِفَتَهُ وَنَعْتَهُ فِي كُتُبِنَا وَمَنْ يَكُوْنُ فَتْحُ بِلَادِنَا عَلَى يَدَيْهِ بِلَا مَحَالَةٍ۔ ثُمَّ إِنَّهُ قَالَ لِأَهْلِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ: يَا وَيْحَكُمْ اِنْزِلُوْا إِلَيْهِ وَاعْقِدُوْا مَعَهُ الْأَمَانَ وَالذِّمَّةَ، هٰذَا وَاللهِ صَاحِبُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ... فَفَتَحُوا الْبَابَ وَخَرَجُوا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْأَلُوْنَهُ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ وَالذِّمَّةَ وَيُقِرُّوْنَ لَهُ بِالْجِزْيَةِ۔ (فتوح الشام، ج:1، ص:233)

فلسطین پر ناجائز قبضہ سے اسرائیل کا قیام

تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہر انصاف پسند شخص جانتا ہے کہ یہودی فطری طور پر شرارتی اور سازشی قوم ہیں۔ قرآنِ کریم میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانیاں کیں، اُنھیں اذیتیں پہنچائیں، کئی انبیائے کرام علیہم السلام کو شہید کیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شہید کرنے کی ناکام سازش کی، وہ مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں، اُن کے کرتوتوں کی وجہ سے انبیائے کرام علیہم السلام نے اُن پر لعنت فرمائی اور ربّ تعالیٰ نے اُنھیں ذلّت ورسوائی کی سزا میں مبتلا فرمایا۔

ربّ تعالیٰ کی ناراضی اور یہودیوں کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ تھا کہ وہ صدیوں تک دُنیا کی مختلف سلطنتوں میں ذلیل ہوتے رہے، ایک ملک سے نکالا جاتا تو دوسرے میں پناہ لیتے، وہاں سے ملک بدر کیا جاتا تو تیسرے ملک میں سر چھپاتے...یوں ہی سلسلہ چلتا رہا۔

انیسویں صدی کے آخر میں یہودی منصوبہ سازوں نے یہودی عوام کو ورغلایا کہ بیت المقدس کو سیدنا داوٗد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام نے اپنی سلطنت کا دار الحکومت بنایا تھا اور ہماری کتابوں میں ہم سے اِس سرزمین کا وعدہ کیا گیا ہے؛ لہٰذا دُنیا بھر کے یہودیوں کو یہاں جمع ہونا چاہیے؛ تاکہ بیت المقدس میں ایک یہودی اسٹیٹ قائم کی جاسکے۔

اُس وقت فلسطین سلطنتِ عثمانیہ کا حصہ تھا اور ترکی حکمران شعائرِ اسلامیہ سے متعلق غیرت مند تھے، اُنھوں نے فلسطین میں یہودیوں کے آباد ہونے پر پابندی لگادی۔ یہودیوں نے ترکی خلیفہ سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م:1918ء) کو خریدنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی، ایک موقع پر سلطان کو پچاس لاکھ سونے کے سکے ''لیرہ'' بطور ذاتی تحفہ، سلطنت کے لیے بھاری رقم اور سیاسی اتحاد کی پیش کش کی؛ تاکہ فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے کی اِجازت دی جائے۔ سلطان نے اُنھیں دُھتکار کر یہ تاریخی جملہ کہا: اگر تم مجھے پوری دُنیا کے برابر سونا دو تو مَیں اُسے بھی ٹھکرا دوں گا؛ کیونکہ فلسطین میری ذاتی جاگیر نہیں ہے، یہ اُمتِ مسلمہ کا ورثہ ہے، جس خطے کو مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کرکے حاصل کیا اُس کا سودا نہیں کیا جاسکتا۔ (الموسوعة التاريخية، ج:9، ص:476، الناشر: موسوعة الدرر السنية)

سلطنتِ عثمانیہ سے مایوس ہو کر 1917ء میں یہودیوں نے برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کر لیا کہ یہودی برطانیہ کی حمایت کریں گے، اِس کے عوض برطانیہ فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے ہر ممکن مدد کرے گا، اِسے ''معاہدہ بالفور'' کہا جاتا ہے۔

پہلی جنگِ عظیم کے اختتام پر برطانیہ نے سلطنتِ عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور معاہدہ بالفور کے مطابق فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ تیزی سے جاری رہا۔ نومبر 1947ء میں اقوامِ متحدہ نے امریکا اور برطانیہ کی سرپرستی میں یہ ظالمانہ منصوبہ منظور کیا کہ فلسطین کے 56 فیصد رقبہ پر نئی یہودی ریاست قائم کر دی جائے، حالانکہ اُس وقت یہودی فلسطین کی آبادی کا صرف 33 فیصد تھے۔ چنانچہ 14 مئی 1948ء کو شیطانی ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

طوفان الاقصیٰ آپریشن اور اُس کی ضرورت

1948ء سے اب تک امریکہ کی پشت پناہی میں اسرائیلی فورسز کی مسلمانوں سے بے شمار لڑائیاں ہو چکی ہیں، آئے روز فلسطین کے علاقوں پر ناجائز قبضہ کر کے وہاں نئی یہودی بستیاں آباد کی جاتی ہیں۔ دراصل یہودیوں کا خواب گریٹر اسرائیل / عظیم اسرائیل ہے۔ اُن کا منصوبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے نبی (ﷺ) نے ہمیں مدینہ سے نکالا تھا، پھر اُن کے حکم پر عمر (رضی اللہ عنہ) نے ہمیں عرب سے نکالا تھا، ہم پھر مدینہ میں جا کر آباد ہوں گے اور وہاں تک کے سارے خطے کو اسرائیل کا حصہ بنائیں گے۔ یہ بات ہر گز مبالغہ آرائی نہیں، محققین کی کتابوں کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ پر گریٹر اسرائیل کے نقشے موجود ہیں۔

یہ بات بھی انتہائی افسوس ناک ہے کہ اِس وقت کئی اسلامی ممالک اسرائیل کو تسلیم کر کے اُس کے ساتھ تعلقات کا آغاز کر چکے ہیں اور متعدد دولت مند اور طاقت وَر مسلم ممالک اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے مذاکرات کر رہے ہیں۔ سلام ہو غیرت مند فلسطینی مسلمانوں کو! وہ بے سروسامانی کے عالم میں اپنے جان ومال اور اولاد کو داؤ پر لگا کر اسرائیل کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔

اسرائیل کے خلاف حالیہ آپریشن کرنے والی فلسطینی تنظیم حمّاس کی بنیاد 1987ء میں عظیم عالم وروحانی پیشوا پیرِ طریقت ابو محمد حافظ احمد یاسین علیہ الرحمہ نے رکھی۔ 2004ء میں شیخ احمد یاسین نمازِ فجر ادا کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ اسرائیلی فوج نے اُنھیں میزائل کے ذریعے نشانہ بنا کر شہید کر دیا تھا۔ حمّاس فلسطین کی سب سے بڑی اسلامی تنظیم ہے، اِس کی مختلف شاخیں ہیں، جو مذہبی، تبلیغی، تعلیمی اور رفاہی خدمات سر انجام دیتی ہیں، ایک شاخ فلسطین کے دفاع کی خاطر جہاد کا فریضہ سر انجام دیتی ہے، اِسے مجاہدِ اسلام حضرت عِزّالدین القَسّام علیہ الرحمہ کے نام سے ”القسام بریگیڈ“ کہا جاتا ہے۔

07 اکتوبر، 2023ء کو حماس کے القسام بریگیڈ نے اسرائیل کے خلاف ایک آپریشن شروع کیا، جسے ”طوفان الاقصیٰ آپریشن“ کا نام دیا گیا، اِس کے آغاز میں اسرائیلی ہوائی اڈوں اور فوجی چھاؤنیوں وغیرہ پر 5,000 راکٹ اور میزائل داغے گئے، پھر کچھ ہی دیر میں مجاہدین زمینی وفضائی ذرائع سے بھی اسرائیلی علاقوں میں داخل ہو گئے، اب تک اِس آپریشن میں 1300 اسرائیلی واصلِ جہنم ہو چکے ہیں۔

طوفان الاقصیٰ آپریشن کے مجاہدین نے اسرائیلی فورسز سمیت پوری دُنیا کو حیران کر دیا، اِس حوالے سے یہ بھی اہم ہے کہ:

⟸ پہلے یہ باور کروایا جاتا تھا کہ اسرائیلی فوج دُنیا کی طاقت وَر ترین فوج ہے اور اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسیاں ”موساد“ اور ”شاباک“ انتہائی خطرناک ایجنسیاں ہیں، مگر طوفان الاقصیٰ آپریشن کی نہ تو اسرائیلی ایجنسیوں کو خبر ہوئی، نہ ہی فورسز اور میزائل شکن نظام یہ حملہ روک سکے، اِس سے اسرائیلی فوجی طاقت کا پول بھی کھل گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ مسلمان دین کی خاطر ڈٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ مدد فرمائے تو دُنیا کی تمام فورسز ناکام ہو جاتی ہیں۔

⟸ حمّاس کے حالیہ آپریشن سے گریٹر اسرائیل کا خواب بھی چکنا چور ہو گیا ہے۔06 اکتوبر، 1973ء کی جنگِ کپور کے بعد یہ اسرائیل پر سب سے بڑا اور کامیاب حملہ تھا، جس میں اسرائیل کا اُس کی سوچ سے بھی زیادہ نقصان ہوا ہے۔

⟸ اگر کوئی ملک محفوظ نہ ہو تو اُس کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے اور ممکن ہو تو شہری وہ ملک چھوڑ جاتے ہیں، اسرائیلی حکومت دُنیا بھر کے یہودیوں کو یہ کہہ کر اسرائیل میں لاتی ہے کہ یہ اُن کے لیے محفوظ ملک ہے، اب اسرائیل کی سیکیورٹی کا پول بھی کھل گیا ہے اور اُس کی معیشت بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ جلد تباہ ہو گی۔

حرفِ آخر... ہماری ذمہ داریاں

طوفان الاقصیٰ آپریشن کے بعد اسرائیلی فورسز باولے کتّے کی طرح فلسطینی شہر غزہ پر حملہ آور ہوئی ہیں، تاحال غزہ پر اندھا دھند بمباری جاری ہے اور ممنوعہ کیمیائی ہتھیاروں کو بھی استعمال کیا جارہا ہے، جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت 1200 بے گناہ شہری شہید ہو چکے ہیں۔ ہسپتال زخمیوں سے بھرے پڑے ہیں اور درندگی کی انتہا کہ غزہ کی مکمل ناکا بندی کرتے ہوئے پانی، خوارک اور بجلی بھی بند کر دی گئی ہے۔ غزہ میں انسانی بحران شدت اختیار کر رہا ہے اور یہی صورتِ حال رہی تو ہسپتال بھی بجلی سے محروم ہو جائیں گے۔

اِس صورتِ حال میں اُمّتِ مسلمہ کی کچھ ذمہ داریاں ہیں:

⟸ اُمّت پر لازم ہے کہ کھل کر فلسطینی مجاہدین کی حمایت کرے اور اسرائیلی درندگی روکنے کے لیے اپنی قوّت استعمال کرے۔ کفار کے زیرِ قبضہ علاقوں میں ظلم و ستم سہنے والے کمزور مسلمانوں سے متعلق ربِّ ذوالجلال جلّ مجدہٗ نے ارشاد فرمایا: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۔ ”اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے، حالانکہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے (ظلم سے تنگ آکر) یہ دُعا کر رہے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنی بارگاہ سے کوئی حمایتی بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے۔“ [النساء4:75]

اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے جسٹس (ر) پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: جس خطۂ زمین میں مسلمانوں پر کفار مظالم توڑ رہے ہوں تو دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اِن کو نجات دلائیں۔ (ضیاء القرآن)

⟸ بیت المقدس کی حفاظت فقط فلسطینی مسلمانوں کی ہی ذمہ داری نہیں، بلکہ پوری اُمّت کا فریضہ ہے اور اُمّت کو اِس فریضہ کا احساس کرنا چاہیے۔ اگر اُمّت بیت المقدس کی حفاظت اور اُسے اسرائیلی قبضہ سے آزاد کروانے کے لیے کوشش نہیں کرتی تو روزِ قیامت اِس کا جواب دینا ہو گا۔ اِس وقت فلسطینی مسلمان اپنی ذمہ داری پوری کر چکے ہیں، اب باقی اُمّت کا امتحان ہے۔

⟸ اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد کرنا ایسا فریضہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے پہلے خلیفہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: لَا يَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللهُ بِالذُّلِّ۔ جو قوم راہِ خدا میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ (بطورِ سزا) اُسے ذلیل ورُسوا فرما دیتا ہے۔

(السيرة النبوية لابن كثير، قال ابن كثير: وهذا إسْنادٌ صحيح، ج:4، ص:493، دار المعرفة)

آج جوانوں میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے کے بجائے دانشور کہلانے والے احمق "طوفان الاقصیٰ آپریشن" کے خلاف بیانات دے رہے ہیں، کہتے ہیں: اِس آپریشن کی وجہ سے اسرائیل غـزہ پر حملے کر رہا ہے اور شہادتیں ہو رہی ہیں۔ ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ کیا اِس آپریشن سے پہلے اسرائیلی فورسز نے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو شہید نہیں کیا؟ فلسطینی علاقے پر ناجائز قبضہ کرکے اسرائیل قائم ہوا اور اب تک امریکہ کی پُشت پناہی میں فلسطینی علاقوں پر قبضہ کرکے وہاں نئی یہودی بستیاں بنانے کا سلسلہ جاری ہے، اِس کے سدِّباب کے لیے اگر فلسطینی مسلمان جہاد نہ کریں تو کیا کریں؟

بعض لوگوں کو اسلامی جہاد اور کفار کے ناجائز قبضہ میں فرق سمجھ نہیں آتا۔ کفار کی جنگیں شیطانی نظام کو پروان چڑھانے کے لیے ہوتی ہیں، جب کہ اسلامی جہاد ربِّ تعالیٰ کی زمین پر اُس کا دین اور اُس کا قانون نافذ کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

⟸ مسلمانوں کو یہودیوں اور اُن کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ 1973ء میں جب اسرائیلی فوج کے ساتھ جنگِ کپور ہوئی تو اسرائیل کی بے جا حمایت پر عرب ممالک نے امریکہ اور اتحادیوں کو تیل کی فراہمی بند کر دی تھی، چنانچہ امریکی وزیر منتیں کرنے کے لیے عرب کے دورے کرتے پھرتے تھے، آج بھی ایسا ممکن ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر مَیں یہودیوں کی فلاں پروڈکٹ نہیں خریدوں گا تو اِس سے اُنھیں کیا فرق پڑے گا؟ اِس حوالے سے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اگر بائیکاٹ سے اُنھیں نقصان نہ بھی ہو تو کم از کم ہمارے اندر اتنی غیرت تو ہونی چاہیے کہ جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں ہم اُن کی بنائی ہوئی چیزیں استعمال نہیں کریں گے۔ ارشادِ ربّانی ہے: وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً... "اور ضروری ہے کہ کافر تم میں سختی محسوس کریں۔" [التوبة9:123] یعنی جب دینی غیرت ظاہر کرنے کا موقع آئے تو کافر محسوس کریں کہ تم کسی بھی مشکل سے گھبرانے والے نہیں، وہ سمجھیں کہ دشمنانِ دین کے بارے تمہارے دلوں میں کوئی نرمی نہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان ایک ہاتھ میں کوکا کولا یا پیپسی اور دوسرے میں مکڈونلڈز کا برگر پکڑ کر زبان سے یہودی مظالم کی مذمت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شبِ معراج مسجدِ اقصیٰ میں امامت فرمانے والے آقا ﷺ اور اُن کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَات کے صدقے میں فلسطینی مسلمانوں کی غیبی مدد فرمائے، بیت المقدس کو یہودی قبضہ سے آزاد فرمائے، مسلمانوں کو دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مظلوم بھائیوں کے ساتھ کھڑا ہونے کی توفیق سے نوازے۔

ربِّ لم یزل اسرائیل سمیت مسلمانوں کے خلاف بر سرِ پیکار تمام دشمنانِ اسلام کو نشانِ عبرت بنائے، مسلمانوں کو وحدت عطا کرے اور کفار کی طاقت کو منتشر فرمائے۔

خالقِ کائنات پاکستان کو دہشت گردی، معاشی مشکلات اور تمام امراض وآلام سے نجات عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ